# خلع کی شرعی حیثیت

اورنگزیب*

**ABSTRACT:**

*Married life is an important aspect of human society, on which a prosperous life depends. Almost every Culture, civilization and religion Legislate for family life. There is a part of these laws to end the marital relationship which is denoted by "DIVORCE". Divorce is mentioned in detail in Islamic Sharia, and there were several specific terms for divorce is used in Islamic religion for example Talaq, Iela and khul'a etc but generally the man has the power to divorce her wife in islamic laws, while the women, just in specific conditions, can take divorce by the court with a deal in which she gives her dower to her husbandand takes divorce from his husband. This process is known as "KHUL'A".*

**Keywords:** Khul'a, Divorce, Separation, Canceling, Marriage.

انسانی خوشگوار زندگی میں ازدواجی بہتر تعلقات کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔انسانیت اپنی تخلیق کے ابتداء سے ہی مرد و زن کے جوڑے میں منسلک ہے اور اسی سلسلے کے سبب عالم بھر میں انسانی افرادی اور سماجی ترقی ممکن ہوئی۔نیز ازدواجیت کے تعلقات کو قانونی شکل دینے کے لیے مختلف مذاہب اور تہذیبوں میں متعدد قوانین وضع کیئے گئے۔

شادی کے بعد خوشگوار زندگی اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ زوجین میں بہتر تعلقات،طبیعت میں ہم آہنگی نیز محبت و الفت فروغ پائے۔لیکن مذکورہ امور کبھی تو فطری طور پر موافق ہوتی ہیں تو کبھی مخالف۔موافق ہونے کی صورت میں زندگی خوشیوں کا گہوارہ بن جاتی ہے۔اور ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کی صورت میں زندگی اجیرن اور محض سمجھوتے کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔کبھی کبھار تو بگاڑ اس حد تک نقصان دہ ہوجاتا ہے کہ دو خاندانوں کے درمیان کشیدگی اور تناؤ خاندانی دشمنی اور آنے والی نسلوں تک نفرتوں کے پروان چڑھنے کا سبب بنتی ہے اور معاملہ باہم دست درازی اور جنگ و جدال کو پہنچ جاتا ہے۔مذکورہ تباہ کن نتائج تک پہنچنے سے پہلے ہی اگر کوئی راہ خوش اصلوبی سے زوجین کے نکاح کے رشتہ کو خیر باد کہنے کی موجود ہو اور قانونی طور پر اسے استعمال کرنے کا حق بھی ہو نیز معاشرتی اعتبار سے ان جیسی مخصوص صورتوں میں اس حق کے استعمال کو مذموم بھی نہ جانا جاتا ہو، تو زوجین کو ازدواجی تعلق کے انقطاع کے بعد بہتر زندگی گزارنے کا اچھا موقع میسر ہوسکتا ہے۔سلسلۂ ازدواجیت کے تسلسل کو قانونی، مذہبی یا معاشرتی طور پر منقطع کرنے کو طلاق کہتے ہیں۔اسلامی تعلیمات کی

* ریسرچ اسکالر، پی،ایچ،ڈی۔شعبہ:علوم اسلامیہ،کلیہ معارف اسلامیہ،وفاقی اردو یونیورسٹی،کراچی

برقی پتا: aurangzebkharani@yahoo.com

تاریخ موصولہ: ۲۰۱۷/۱/۱۵ء

روشنی میں عورت اگر ازدواجی تعلقات کو ختم کرنے کے لیے قاضی کی طرف رجوع کرے اور قاضی مخصوص شرائط کی روشنی میں زوجین میں جدائی کا فیصلہ کردے تو اسے خلع کہتے ہیں۔

## خلع:

خلع کے لغوی معنی کے بارے میں علامہ زبیدی فرماتے ہیں:۔"خَلع ،(وزن میں) مَنع کی طرح ہے۔جس کے معنی نزع یعنی نکالنے کے ہیں۔سوائے اس کے خلع میں نزع کے معنی مہلت کے ساتھ ہیں یہ لیث فرماتے ہیں جبکہ بعض محققین خلع اور نزع کو مترادف کہتے ہیں۔"(۱)

خلع کے اصطلاحی تعریف میں اختلاف ہے جسے سمجھنے کے لیے ادلہ شرعی کی طرف مراجعت ضروری ہے۔لہٰذا سب سے بنیادی اسلامی مآخذ قرآن کریم ہے۔جس میں طلاق اور خلع سے متعلق ارشاد ہے۔

"الطَّلاقُ مَرَّتَانِ فَاِمساکٌ بِمَعروف اَو تَسرِیحٌ بِاِحسَان وَلا یَحلُّ لَکُم اَن تَأْخُذُوا مِمَّا آتَیتُموھنَّ شَیئاً اِلَّا اَن یخَافَا اَلَّا یُقِیمَا حُدودَ اللّٰہِ فَاِنْ خِفتُم اَلَّا یُقِیمَا حُدُودَ اللہِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیھِمَا فِیمَا افْتَدَتْ بِہٖ تِلْکَ حُدُودَ اللہِ فَلاَ تَعتَدُوھَا وَ مَن یَتَعَدَّ حُدُودَ اللہِ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الظَّالِمُون.فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلاَ تَحِلُّ لَہُ مِن بَعْدُ حَتّٰی تَنکِحَ زَوْجاً غَیرَہُ فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَیھِمَا اَن یَّتَرَاجَعَا اِنْ ظَنَّا اَنْ یُقِیمَا حُدُودَ اللہِ وَ تِلْکَ حدُودُ اللہِ یُبَیِّنُھَا لِقَوْم یَّعلَمُون"۔(۲)

طلاق (صرف) دوبار ہے (یعنی جب دو دفعہ طلاق دے دی جائے تو) پھر (عورتوں کو) یا تو بطریق شائستہ (نکاح میں) رہنے دینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔اور یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو مگر اس صورت میں کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ہاں اگر زن و شوہر کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اگر عورت (خاوند کے ہاتھ سے) رہائی پانے کے بدلے میں کچھ دے ڈالے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں، یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں ان سے باہر نہ نکلنا۔اور جو لوگ اللہ کی حدوں سے باہر نکل جائیں گے وہ گنہگار ہوں گے۔(۳)

قرآن کریم میں خلع سے متعلق حکم سے پہلے اور بعد میں طلاق کا تذکرہ ہے۔لہٰذا یہاں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا خلع طلاق ہی کی حیثیت رکھتا ہے یا طلاق کے علاوہ ایک مستقل حکم ہے۔

## خلع طلاق یا فسخِ نکاح

اس بحث کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ہم مختلف حضرات کی رائے پر مبنی تفصیلات کو دو فریقوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

فریق اول: وہ علماء کرام ہیں جو خلع کو ایک ایسا عقدِ معاوضہ مانتے ہیں جس میں زوجہ مال کے بدلے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور خاوند کا عوض قبول کر کے طلاق دینا دراصل خلع ہے۔ اور ان حضرات کے ہاں حاکم، قاضی یا جج، بغیر خاوند کی رضامندی کے یک طرفہ فیصلے سے خلع کا حکم صادر نہیں کر سکتا۔ اور خلع کے لیے قاضی کا ہونا ضروری نہیں، جبکہ میاں بیوی باہم رضامندی سے خلع کر لیں۔

فریق دوم: ایسے علماء کرام ہیں جو خلع کو طلاق نہیں مانتے بلکہ فسخِ نکاح مانتے ہیں۔ اور ان کے ہاں خلع کا اختیار فقط حکومت، قاضی یا جج کو ہے۔ اور حاکم تحقیقِ حال کے بعد صرف عورت کے مطالبے پر خاوند کے بغیر رضامندی کے یک طرفہ طور پر خلع کا حکم صادر کر سکتا ہے۔

## قرآن سے استدلال:

فریق اول:

۱) ''فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیمَا حُدُودَ اللهِ'' (پس اگر تم دونوں ڈرتے ہو کہ حدود اللہ کو قائم نہ کر سکو گے) سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت اور اس کا شوہر دونوں باہمی حقوق کی ادائیگی نہ کر کے حدود اللہ کو قائم نہ رکھنے کا اندیشہ رکھتے ہوں تو دونوں کو باہم خلع کرنے کا کہا گیا ہے۔

۲) ''فَلَا جُنَاحَ عَلَیهِمَا'' (ترجمہ: پس تم دونوں پر کوئی گناہ نہیں) اس جملے میں ''ھما'' ضمیر تثنیہ کا مستعمل ہے، یعنی زوجین اگر مال کے بدلے طلاق پر راضی ہیں تو باہمی رضامندی سے مال لینے میں کوئی قباحت نہیں۔ اس سے بھی دونوں کی رضامندی ظاہر ہوتی ہے۔

۳) ''فِیمَا افْتَدَتْ بِهِ'' (اس (مال) میں جس کو عورت فدیے طور پر دیتی ہے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلع، عقدِ معاوضہ ہے، یعنی خاوند مال کے عوض طلاق دے گا۔ اور جملہ عقود میں فریقین کا راضی ہونا شرط ہے۔

فریق اول خاوند کی رضامندی کو خلع کے لیے ضروری مانتا ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔ ترجمہ: ''اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا ہوگا۔ ہاں اگر عورت مہر بخش دے یا مرد جن کے ہاتھ میں عقدِ نکاح ہے (اپنا حق) چھوڑ دے (اور پورا مہر دے دیں تو ان کو اختیار ہے) اور اگر تم مرد لوگ ہی اپنا حق چھوڑ دو تو یہ پرہیز گاری کی بات ہے۔''(۴)

مذکورہ آیت میں ''الَّذِی بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّکَاحِ'' (وہ مرد جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے) اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے:۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (جس کا مفہوم یہ ہے کہ) عقدِ نکاح کا ولی خاوند ہی ہوتا ہے۔ (۵)

صحابہؓ میں حضرت علی بن ابی طالب (۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۷) اور حضرت جبیر بن مطعمؓ۔ اور تابعین میں مجاہدؒ، قاضی شریحؒ (۸) سعید بن جبیرؒ (۱۰) سعید بن مسیبؒ (۱۱) ضحاکؒ (۱۲) شعبیؒ، عکرمہؒ، نافعؒ، محمد بن سیرینؒ، محمد بن کعبؒ، ابو

مجلزؒ، ربیع بن انسؒ، مکحولؒ اور مقاتل بن حیان۔(۱۳) وغیرہ کے ہاں عقدہ نکاح کا مالک ''خاوند'' ہے۔

حدیث رسول اللہ ﷺ اقوالِ صحابہؓ اور اکثر تابعین و مفسرین کی رائے یہی ہے کہ نکاح کی گرہ خاوند کے ہاتھ میں ہے۔تو اس سے ثابت ہوا کہ خاوند کی رضامندی کے بغیر خلع کے ذریعے یک طرفہ طور پر فسخِ نکاح کا حکم صادر کرنا، قرآن کی مذکورہ بالا تشریحات کے منافی ہوگی۔

فریق دوم: قرآن کریم میں چونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔''الطلاق مرتان ''یعنی طلاق دو مرتبہ ہے اور پھر خلع کا مستقل ذکر ہوا، اور اس کے بعد ارشاد ہوا:''پس اگر عورت کو طلاق دی تو وہ حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ کسی اور سے نکاح نہ کر لے''۔(۱۴)

یہ تیسری طلاق کا بیان ہے۔اگر خلع کو بھی طلاق شمار کیا جائے تو یوں چار طلاق ہو جائیں گی جس کا کوئی قائل نہیں، یہ استدلال حضرت ابن عباسؓ کا ہے۔(۱۵) لہٰذا خلع طلاق نہیں بلکہ قاضی کے ذریعے فسخِ نکاح کرنا ہے، اور اس میں خاوند کی رضامندی ضروری نہیں۔

## حدیثِ رسول اللہ ﷺ، اقوالِ صحابہؓ اور تابعینؒ سے استدلال:

فریق اول: رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں حضرت ثابت بن قیسؓ کی زوجہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اپنے خاوند کی خدمت نہ کر کے ناشکری اور شوہر کی نافرمانی کے خوف کا اندیشہ رکھتی ہوں، تو آپ ﷺ نے ان سے اس باغ کے واپسی کا مطالبہ فرمایا، جو ان کے شوہر نے بطورِ مہر دیا تھا، اس پر وہ راضی ہوگئیں۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے شوہر سے فرمایا:''باغ قبول کر لو اور اسے ایک طلاق دے دو''۔(۱۶)

اس حدیث میں خلع کے معاملے میں صراحتاً خاوند کو طلاق دینے کا فرمایا گیا۔اور اس روایت کو طلاق دینے کے الفاظ کے ساتھ امام بخاریؒ کے علاوہ امام نسائی نے اپنی سنن میں (۱۷) امام بیہقی نے اپنی سنن میں (۱۸) امام دارقطنی نے اپنی سنن میں (۱۹) اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں (۲۰) نقل فرمایا ہے۔اور مصنف عبدالرزاق میں یوں منقول ہے۔

> ''آپ ﷺ نے زوجہ سے مہر لوٹانے کا مطالبہ فرمایا تو انہوں نے (قبول کرتے ہوئے) جواب دیا۔جی ہاں! پھر آپ ﷺ نے ان کے خاوند کو بلایا اور ان سے فرمایا یہ (عورت) تمہیں تمہارا باغ (طلاق کے عوض) لوٹا رہی ہے۔تو خاوند نے عرض کیا''کیا یہ (باغ) میرا ہو جائے گا؟''۔آپ ﷺ نے فرمایا، جی ہاں! تو خاوند نے کہا، اے اللہ کے رسول! پھر تو میں نے قبول کر لیا۔تو نبی ﷺ نے فرمایا، تم دونوں جاؤ، یہ ایک (طلاق) ہوگئی۔پھر ان صحابیہؓ نے، اس کے بعد رفاعہ عابدیؒ سے نکاح کیا اور پھر (خلع) کے لیے حضرت عثمانؓ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں، میں اپنا مہر لوٹاتی ہوں (طلاق کے بدلے) تو حضرت عثمانؓ نے ان کے شوہر کو بلایا اور اس نے (طلاق کے عوض) مہر کا واپس لینا قبول کر لیا۔تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا! چلی جا یہ ایک (طلاق) ہوگئی۔''(۲۱)

مندرجہ بالا روایت میں خلع کا طلاق ہونا صراحتاً ثابت ہے۔لہذا مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ خلع طلاق ہی ہوتا ہے۔نیز اس کی تائید صحابہؓ اور تابعینؒ کی درج ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ: حضرت ام بکر اسلمیہؓ نے اپنے خاوند عبداللہ بن اسیدؓ سے خلع لیا پھر وہ اس معاملے کو لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس آئیں تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا:۔''یہ (خلع) ایک طلاق ہوتی ہے۔سوائے اس کے کہ (طلاق کی) تعداد جو مقرر کرے تو اتنے ہی (طلاق) ہوتے ہیں۔''(۲۲)

یہ روات نقل فرمانے کے بعد امام محمد فرماتے ہیں:۔''ہم اسی وجہ سے خلع کو ایک طلاقِ بائنہ مانتے ہیں سوائے اس کے کہ تین طلاقوں کا کہہ دے یا تین طلاق کی نیت کرے تو تین طلاق وہوتی ہیں۔''(۲۳)

حضرت علیؓ بن ابوطالب: خلفائے راشدین میں سے ہیں اور فقہائے صحابہؓ میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ان سے منقول ہے:۔''امام شعبیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا، جب کوئی طلاق کے لیے قیمت لے، تو یہ ایک (طلاق) ہوتی ہے۔''(۲۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ: صحابہؓ میں فتویٰ دینے والے اور آپﷺ کی بھرپور خدمت کرنے والے صحابی ہیں۔آپؓ سے ابراہیم نخعیؒ روایت کرتے ہیں:۔''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صرف خلع یا تین طلاقوں کو طلاقِ بائن سمجھتے تھے۔''(۲۵)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ: سے روایت ہے:۔''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہﷺ نے خلع کو طلاقِ بائن کیا ہے۔''(۲۶)

حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول خلع کے عدمِ طلاق کا بھی ہے۔جسے ہم آگے نقل کرینگے۔تابعینؒ میں:

۱) سعید بن جبیر بن ھشام الاسدی (متوفی:۹۵ھ) جلیل القدر تابعی ہیں جن کی روایات تمام صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں خاص کر ابن عباسؓ اور دیگر صحابہؓ سے موجود ہیں۔بہت سے صحابہ سے شرفِ تلمذی حاصل کی، نیز مجتہدین میں شمار ہوتے ہیں۔فرماتے ہیں:۔''خلع طلاقِ بائن ہے۔''(۲۷)

۲) حسن بن ابوالحسن (متوفی:۱۱۰ھ) جو حسن بصری سے مشہور ہیں، جلیل القدر تابعی ہیں جنہوں نے بہت سے صحابہؓ سے فیض حاصل کیا۔نیز مجتہد مفتیانِ کرام میں ان کا شمار ہوتا ہے۔علوم دین میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ان سے منقول ہے:۔''حسن (بصری) سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا، جب کوئی شخص مال قبول کرلے اگرچہ وہ طلاق نہ دے پھر بھی وہ ایک (طلاق) شمار ہوتا ہے۔''(۲۸)

۳) محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہابؒ، (متوفی:۱۲۵ھ) جو ابن شہاب زہریؒ سے مشہور ہیں۔بلند مرتبہ تابعین میں سے ہیں۔مجتہد علماء میں شمار کیئے جاتے ہیں۔فرماتے ہیں:۔''فدیہ (کے بدلے میں خلع لینا) طلاق ہے۔''(۲۹)

امام زہریؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ ''جب کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق فروخت کرلے تو وہ خلع ہوتا ہے۔''(۳۰)

۴) عبداللہ بن ابو نجیح، یسار المکی (متوفی:۱۳۱ھ)، جلیل القدر معاصرِ تابعینؒ ہیں۔جن کی روایات جملہ صحاحِ ستہ میں موجود ہے۔ثقہ راوی ہیں۔فرماتے ہیں:۔''خلع طلاق ہے''۔(۳۱)

۵) ابراہیم بن یزید بن قیس الاسود بن عمرو النخعیؒ (المتوفی:۱۹۶ھ)، جو اہل کوفہ کے بڑے علماء میں سے ہیں، فرماتے ہیں:۔''خلع طلاقِ بائن ہے۔''(۳۲)

## ائمہ اربعہ:

حنفی فقہ: امام محمدؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں، فرماتے ہیں:۔یعنی خلع طلاقِ بائن ہے۔(۳۳)

شمس الائمہ امام سرخسیؒ: فرماتے ہیں:۔''خلع سلطان (حاکم) اور غیر حاکم دونوں سے ہونا جائز ہے اس لیے کہ یہ ایک عقد ہے جس کا انحصار باہمی رضامندی پر ہے جیسا کہ جملہ عقود میں ہوتا ہے۔یہ بمنزلہ طلاق بالعوض ہے۔شوہر کو ولایتِ طلاق حاصل ہے اور زوجہ کے لیے عوض کے لزوم کی ولایت۔تو اس میں حاکم (قاضی) کے حضوریت کے شرط کا کوئی معنی نہیں۔''(۳۴)

فقہ مالکی: محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد ونہایت المقصد میں رقم فرماتے ہیں:۔''خلع، فدیہ، صلح اور مبارات سب کے سب ایک ہی معنی میں ہیں اور وہ یہ کہ عورت کا خرچ کرنا اپنے طلاق پر۔سوائے اس کے کہ خلع خاص ہے اس تمام مال کے خرچ کرنے کا جو عورت کو (خاوند کی طرف سے) دیا گیا ہے۔''(۳۵)

شمس الدین حطاب الرعینی مالکی، رقم فرماتے ہیں:۔''یہ باب خلع کے جائز ہونے پر ہے اور وہ (خلع) دراصل طلاق ہے عوض کے ساتھ۔''(۳۶)

فقہ مالکیہ میں زوجین کی طرف سے جو حکم منتخب کیئے جاتے ہیں، انہیں بعض صورتوں میں مخصوص شرائط کے ساتھ فسخِ نکاح کا اختیار ہے۔

شوافع: امام شافعیؒ نے اپنی کتاب ''الام'' میں لکھا ہے کہ خلع دراصل طلاق ہی ہے اور پھر یہ دلیل رقم فرماتے ہیں۔

> ''ہم نے خلع کو اس لیے طلاق کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔(ترجمہ: طلاق دو مرتبہ ہے) پس ہم نے اللہ تعالیٰ کی بات سمجھی کہ طلاق کا وقوع خاوند کے واقع کرنے سے ہی ہوتا ہے لہٰذا ہم نے جان لیا کہ خلع بھی واقع نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ خاوند خود اسے واقع نہ کرے۔''(۳۷)

امام شافعیؒ کا قولِ قدیم خلع کے عدم طلاق کا تھا۔

حنابلہ: امام احمد بن حنبلؒ سے خلع کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ایک تو لفظِ خلع مع نیت طلاق ہو تو طلاق ہوگا اور بغیر طلاق کی نیت سے خلع فسخِ نکاح ہوگا۔اور دوسرا قول خلع کے ہر حال میں طلاقِ بائن ہونے کا ہے۔جیسا کہ ابن قدامہ، نقل فرماتے ہیں:۔''خلع طلاقِ بائن ہے سوائے اس کے کہ یہ لفظِ خلع یا فسخ یا مفادات کیساتھ بیان ہوا اور اس میں

طلاق کی نیت نہ ہو،تو یہ فسخِ (نکاح) ہوگا اور اس سے (تین طلاق) کے عدد میں کمی نہیں آئے گی۔یہ ایک روایت ہے (امام احمد بن حنبل سے) جبکہ دوسری روایت یہ ہے کہ خلع ہر حال میں طلاقِ بائن ہی ہے۔'' (۳۸)

سوائے امام مالکؒ کے بعض مخصوص شرائط اور صورتوں اور احمد بن حنبلؒ کے ایک قول کے تمام ائمہ اربعہ کے ہاں خلع طلاق ہے اور یہ عقدِ معاوضہ ہے جس میں زوجین کا راضی ہونا ضروری ہے۔نیز قاضی یا جج بغیر خاوند کی رضامندی کے یک طرفہ فسخِ نکاح یا طلاق کا حکم صادر نہیں کر سکتے تھے۔

فریق ثانی: بعض محققین حضرات کے ہاں خلع ،طلاق نہیں ہوتا بلکہ عورت کو شریعت کی طرف سے ملنے والا ایسا حق ہے کہ جسے وہ قاضی سے اپنے حق تلفی یا خاوند کی طرف سے ظلم و جور کی حالت میں یا حدود اللہ کے عدمِ قیام کے قوی اندیشے کے پیشِ نظر خاوند کے طلاق پر عدمِ رضامندی جیسی صورتوں میں فسخِ نکاح کرا کے جاں خلاصی حاصل کر سکتی ہے۔اور خلع کے واقع ہونے سے خاوند کو نکاح کی وجہ سے ملنے والے تین طلاق میں سے کچھ کمی نہیں ہوگی۔اس پر دلیل حضرت ابن عباسؓ طلاق سے سورۃ بقرہ کی آیت ۲۲۹ اور ۲۳۰، کے بارے میں منقول تشریح ہے کہ

> حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے،فرماتے ہیں کہ خلع فرقت اور فسخِ نکاح ہے۔طلاق نہیں ہے۔(کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے طلاق کو پہلے ذکر فرمایا،(الطلاق مرتان) اور آخر میں (فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره)۔اور خلع کو ان کے درمیان میں،پس (خلع) طلاق نہیں ہے۔(۳۹)

اس کے علاوہ اور بھی روایات حضرت ابن عباسؓ سے خلع کے طلاق نہ ہونے کی منقول ہیں۔(۴۰)،لیکن ایسے صریح الفاظ کے ساتھ کہ ''خلع طلاق نہیں ہے'' اور کسی صحابیؓ کا قول نہ مل سکا۔تابعین میں حضرت عکرمہؒ سے منقول ہے کہ

> ''ہر وہ (نکاح کو فسخ کرنے والی) چیز جو مال کے بدلے میں ہو پس وہ طلاق نہیں۔'' (۴۱)

ائمہ اربعہ: میں سے کوئی بھی مطلقاً خلع کے فسخِ نکاح ہونے کا قائل نہیں۔لیکن بعض ائمہ کرام نے مخصوص شرائط یا بعض صورتوں میں فسخ کا اختیار قاضی یا حکم کو دیا ہے جیسا کہ فقہ مالکی میں ہے اور امام شافعیؒ کا قولِ قدیم نیز امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول فسخِ نکاح کا ہے۔

## خلع پر عدت:

خلع لینے کے بعد عورت کتنے مدت کے لیے عدت گزارے گی؟۔اس کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں:۔''ثابت بن قیسؓ کی زوجہ نے ان سے خلع حاصل کیا،تو نبی ﷺ نے اس کی عدت ایک حیض کر دی۔'' (۴۲)

اس کے علاوہ صحابہؓ میں سے حضرت عثمانؓ (۴۳)،حضرت ابن عمرؓ (۴۴) اور حضرت ابن عباسؓ (۴۵) اور سلیمان بن یسارؒ تابعین میں سے مختلعہ کے لیے ایک حیض کی مدت،عدت گزارنے کے قائل تھے۔(۴۶)

دوسری جانب محمد بن علیؒ اپنے والد حضرت علیؓ بن ابی طالب سے نقل فرماتے ہیں:۔"حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ خلع والی عورت کی عدت طلاق والی عورت کی عدت کی طرح (تین حیض) ہے۔"(۴۷)

اس کے علاوہ تابعین میں ابراہیم نخعیؒ،ھشام بن عروہؒ،حسن بصریؒ،شعبیؒ،قتادہؒ،سعید بن مسیّبؒ اور ابوعیاضؒ کے ہاں بھی مختلعہ کی عدت مطلقہ کی عدت ہوگی۔(۴۸)

## خلع شرعاً ناپسندیدہ:

خلع کی درستگی شرعی طور پر اس وقت ہوگی جبکہ عورت نافرمان ہو اور خاوند کی اطاعت نہ کرتی ہو یا طبعی کراہیت یا مزاج میں ہم آہنگی نہ ہونے کے سبب حدود اللہ کے عدمِ قیام کا قوی اندیشہ ہو تو وہ خاوند کو مال (جو مہر یا مہر کے مساوی ہو) طلاق کے عوض میں پیش کر سکتی ہے۔جبکہ اگر خاوند زوجہ کے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی کرتا ہو تو پھر اس کے لیے مال لینا اور طلاق دینا درست ہوگا۔لیکن اگر عورت نے بغیر کسی شرعی عذر کے جیسے حدود اللہ کے فوت ہونے کے بجائے کسی اور غرض،لذت یا خواہشات نفسانی کے حصول کے لیے خلع کا مطالبہ کیا،تو وہ سخت گناہگار ہوگی۔اگرچہ ایسی صورت میں شرعی تقاضوں کی تکمیل کے بعد خلع واقع ہوجاتی ہے۔جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:۔"رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ جو عورت اپنے خاوند سے بغیر کسی (شرعی) وجہ کے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔"(۴۹)

ایک اور روایت میں وارد ہے:۔"حضرت ابوہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا (جس کا مفہوم یہ ہے کہ) جدا ہونے والی اور خلع لینے والی عورتیں منافقات ہوتی ہیں۔"(۵۰)

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ جس طرح طلاق شرعاً ناپسندیدہ ہے اور خاوند کو قربانی دے کر اپنی زوجہ کو صبر و تحمل سے برداشت کرتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیے اور حقِ طلاق کو استعمال نہیں کرنا چاہیے تو اسی طرح عورت کے لیے بھی خلع کا مطالبہ کرنا شرعاً ناپسندیدہ ہے۔اور عورتوں کو بھی چاہیے کہ وہ صبر و برداشت کے ساتھ زندگی گزار کر اجرِ عظیم کی مستحقہ بنیں۔

## اسباب خلع:

عورت کے لیے کب شرعی طور پر خلع کا مطالبہ درست ہوگا؟۔اس سے متعلق ابوقلابہؒ،محمد بن سیرینؒ اور امام ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت عورت کا خلع لینا اور خاوند کے لیے خلع کے بدلے مال لینا درست ہوگا کہ جب عورت صریح طور پر فحاشی کی مرتکبہ نہ ہو۔(۵۱) اور یہ حضرات اپنے مستدل میں قرآن کریم کی آیت:۔ترجمہ:اور (دیکھنا) اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو،انہیں (گھروں میں) مت روک رکھنا۔ہاں اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کی مرتکب ہو (تو روکنا نامناسب نہیں)۔(۵۲)

اس کے علاوہ صحابہ میں سے حضرت عمرؓ،حضرت علیؓ اور تابعین میں سے مقسمؒ،شعبیؒ،حمید بن عبد الرحمٰنؒ،حسن بصریؒ،عطاءؒ،جابر بن زیدؒ،ھشام بن عروہؒ،طاؤسؒ،زہریؒ،اور عمرو بن شعیبؒ کے ہاں شرعاً خلع کا طلب کرنا عورت کے

لیے اس وقت درست ہوگا کہ جب عورت خاوند کی صریح طور پر نافرمان ہو جائے۔یعنی نافرمانی عورت کی طرف سے ہو اور عورت خاوند کے ساتھ نہ رہنا چاہتی ہو تو عورت کے لیے خلع کا مطالبہ کرنا درست ہوتا ہے۔(۵۳)

## قاضی کا یک طرفہ فیصلہ:

علماء کرام کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ قاضی خاوند کی رضامندی کے بغیر یک طرفہ خلع کا فیصلہ نہیں کرسکتا۔اگر ایسا کرلے تب بھی عورت خاوند کے نکاح سے خارج نہیں ہوگی۔جب تک کہ شوہر از خود طلاق نہ دے۔جبکہ فسخِ نکاح خلع سے ہٹ کر ایک علیحدہ حکم ہے جو مخصوص شرائط کی تکمیل پر قاضی کی طرف سے یک طرفہ نافذ کیا جاسکتا ہے۔خلع کے معاملے میں قاضی کے یک طرفہ فیصلے کے عدمِ نفاذ کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) قرآن کریم میں رسول اللہﷺ کا حق مؤمنوں پر قاضی یا حاکم سے بھی زیادہ بیان کیا گیا ہے۔بلکہ آپﷺ کا حق مؤمنین کے اپنے جانوں سے بھی بڑھ کر ہے۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔ترجمہ:''پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔''(۵۴)

اس کے باوجود آپﷺ نے کبھی بھی یک طرفہ ایسا فیصلہ صادر نہیں فرمایا کہ جس میں خاوند کی رضامندی نہ ہو۔

۲) خلع چونکہ ایک عقدِ معاوضہ ہے جس میں عورت خاوند کو مہر یا کچھ مال دیتی ہے اور اس کے بدلے میں طلاق لیتی ہے لہٰذا باہمی اموال کے لین دین میں جانبین کی رضامندی قرآن کے نصِ صریح سے ثابت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

''ترجمہ: مؤمنو!ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ،ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو۔''(۵۵)

اس آیت میں بغیر جانبین کے رضامندی کے مال لینے کو باطل کہا گیا ہے۔چونکہ مہر کی ادائیگی کے بعد زوجہ اس مہر کی مالکہ ہو جاتی ہے اور زوجہ کی ملکیت سے اس کا مال نکل کر خاوند کی ملکیت میں چلا جائے بغیر خاوند کی رضامندی کے تو یہ امر مذکورہ بالا آیت کے صریح طور پر خلاف ہوگا۔

۳) دین اسلام میں طلاق غیر مشروط طور پر فقط خاوند ہی کا حق ہے۔کیونکہ خاوند کو عورت کا حاکم کہا گیا ہے۔(۵۶) نیز جہاں بھی قرآن کریم میں طلاق کی بات آئی ہے وہاں مردوں کو ہی مخاطب کیا گیا ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔**واذا طلقتم النساء** ۔(۵۷) **و ان طلقتموھن** (۵۸)۔**فان طلقھا** (۵۹)۔**وان عزموا الطلاق** (۶۰)۔ لہٰذا نکاح کے بندھن کے اختتام کے لیے بھی خاوند کی رضامندی ناگزیر ہے۔

## خلع میں قاضی یا جج کا کردار:

اب سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ اگر زوجین کے باہمی رضامندی سے ہی خلع واقع ہو جاتی ہے تو اس میں قاضی یا جج کا کیا عمل دخل ہے؟۔جبکہ جج کو جبراً خلع کے نفاذ کا حق ہی نہیں۔دراصل اسلامی اصولوں کے مطابق قاضی یا جج کے فرائضِ منصبی میں فقط جبراً احکامات نافذ کرنا ہی نہیں بلکہ فریقین میں باہمی صلح کے لیے اقدامات کرنا بھی ہے۔نیز قاضی فریقین

کے مسئلے کے تصفیے کے لیے اپنے کردار کوادا کرنے کا بھی پابند ہوتا ہے کہ زوجہ کے مہر واپس کرنے کے بدلے خاوند کو ترغیب یا اپنی وجاہت اور منصب کے سبب خاوند کو طلاق دینے پر آمادہ کرسکتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ قاضی خلع کے خصومات میں فیصلے سے قبل خوب اچھی طرح تحقیق کرے کہ عورت ناشزہ اور نافرمان ہے اور خاوند حقوقِ واجبہ (نان،نفقہ،لباس اور رہائش مع حقوقِ زوجیت) ادا کررہا ہو،تو پھر خاوند کو طلاق دینے پر آمادہ کرے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن قیسؓ کی زوجہ کے خلع کے معاملے میں کیا اور پھر حضرت عثمانؓ نے بھی یہی طریقہ اپنایا اور حضرت عمرؓ اور تابعین میں محمد بن سیرینؒ،زہریؒ اور یحیٰ بن سعیدؒ بھی قاضی کے بغیر فقط زوجین کے باہمی رضامندی پر خلع کو نافذ سمجھتے تھے۔(۶۱) اسی طرح قاضی شریحؒ کا فیصلہ منقول ہے کہ جب ان کے پاس ایک آدمی اور ایک عورت اپنا اختلاف لے کر آئے۔مرد کہہ رہا تھا کہ،اللہ کی قسم اگر تیرا مال میرے پاس نہ ہوتا تو میں تجھے طلاق دے دیتا۔عورت نے کہا۔وہ مال میں نے تجھے اس بات پر دیا کہ تو مجھے طلاق دے۔تو آدمی نے کہا تجھے طالق ہے۔عورت نے کہا اور زیادہ کر،اس شخص نے پھر کہا تجھے طلاق ہے۔عورت نے کہا اور زیادہ کر۔آدمی نے تیسری طلاق بھی دے دی۔تو قاضی شریحؒ نے فرمایا:''ان دونوں کے لیے وہی ہے جس پر انہوں نے صلح کیا۔''(۶۲)

اس کے برخلاف حضرت حسن بصریؒ،سعید بن مسیّبؒ دونوں حضرات سلطان،قاضی یا جج کے فیصلے کو خلع کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔

## فسخِ نکاح کی صورتیں:

فسخِ نکاح کے لیے عورت کسی ایسے قاضی کے پاس جائے جو حکومت کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو۔اور وہ قاضی یا جج صرف مندرجہ ذیل صورتوں میں خاوند کی مرضی کے بغیر فسخِ نکاح کا حکم صادر کرسکتا ہے۔

(۱) مرد،حقوقِ زوجیت (جماع) کی ادائیگی سے قاصر ہو۔(۲) کوئی شخص باوجود استطاعت کے زوجہ کو نا تو نفقہ دیتا ہو اور نا ہی طلاق پر راضی ہو،نیز حاکم کے کہنے پر بھی نان،نفقہ یا طلاق دونوں میں سے کسی چیز پر بھی راضی نہ ہو۔(۳) شوہر اگر وسعت کے باوجود زوجہ کو نفقہ نہ دیتا ہو اور قاضی کے بلانے پر عدالت میں جواب دہی کے لیے بھی حاضر نہ ہوتا ہو۔(۴) ایسا شخص جو غربت اور تنگ دستی کی وجہ سے زوجہ کو نفقہ نہ دے سکتا ہو اور طلاق بھی نہ دیتا ہو۔(۵) ایسا شخص جو ایسا لاپتہ ہو جائے کہ انتہائی تلاش کے بعد بھی اس کا کوئی سراغ نہ لگ سکے۔(۶) ایسا شخص جو مجنون ہو جائے کہ نفقہ دینے پر قادر نہ ہو یا عورت کو جانی نقصان کا اندیشہ ہو یا اس کے ساتھ رہنا ناقابلِ برداشت ہو۔(۶۳)

## خلاصہ کلام مع سفارشات:

خلع کوئی نادر الوقوع فعل نہیں بلکہ آئے دن خلع کے فیصلے عدالتوں میں دیئے جاتے ہیں۔اگر اس معاملے میں یک طرفہ فیصلے سے خلع کا حکم صادر کیا جائے اور شرعاً وہ فیصلہ درست نہ ہو تو عورت کا نکاحِ ثانی،پہلے نکاح کے برقرار ہونے کی

وجہ سے، درست نہ ہوگا۔ جب نکاح درست نہ ہوتو مرد اور عورت کے تعلقات حرام اور جنسی ملاپ بدکاری اور اس سے پیدا ہونے والے بچے حلال نہ ہونگے۔ اور معاشرہ ایک ایسے زناکاری میں مبتلا ہوگا کہ جسے جائز سمجھ کر کیا جارہا ہوگا اور احادیث میں زنا پر وارد اجتماعی وانفرادی وعیدیں وار ہیں، معاشرے کا ایک طبقہ اس کا مستحق ہوگا۔ لہذا، قاضی کو اسلامی معاشرے کو بگاڑ اور عذاب سے روکنے کے لیے خلع کے خصومات میں انتہائی محتاط ہونا چاہیے کیونکہ اس فیصلے کے بعد جتنا بھی گناہ ہوگا وہ فیصلہ کرنے والے کو ملے گا جیسا کہ حدیث میں وار ہے: ''حدیث کا مفہوم ہے کہ جس نے کسی کو (کسی مسئلے میں) فتوی دیا جو (شرعی طور پر) ثابت نہ ہوتو اس کا گناہ اس پر ہوگا جس نے فتویٰ دیا ہے۔''(۶۴)

چونکہ پاکستان میں اکثریت آبادی مسلمانوں کی ہے لہذا اس میں اسلامی عائلی قوانین کے مطابق اپنے ازدواجی تعلقات قائم رکھنا یا منقطع کرنا یقیناً یہاں کے ہر شہری کا حق ہے۔ اور اسی حق کو بہتر طریقے سے ادا کرنے کے لیے ۱۹۶۱ء میں عائلی قوانین وضع کیئے گئے جن میں اسلامی تعلیمات کو، کافی حد تک مدّنظر رکھا گیا ہے۔ لیکن بعض شقوں میں کچھ اصلاحات کی ضرورت ہے اور ایسے ہی قابلِ اصلاح امور میں ایک امر خلع کا بغیر خاوند کی رضامندی کے فسخِ نکاح کی صورت میں نافذ کرنا بھی ہے، جس پر علماء کرام کو شدید تحفظات ہیں۔ یہاں تک کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے اصلاحات پر مبنی سفارشات حال ہی میں پیش کی ہیں۔ اگر انہیں نافذ العمل کر دیا جائے تو مذہبی انتشار سے نہ صرف تحفیظ اور قولِ محتاط پر عمل ہوگا بلکہ ریاست اور دیندار طبقے کے مابین خلیج کو کم کرنے میں معاونت ملے گی۔

## مراجع وحواشی


۱۔ محمد بن محمد (۱۴۱۴ھ) تاج العروس من جواھر القاموس (الطبعۃ الاولیٰ)۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۱/۹۹

۲۔ سورۃ البقرۃ: ۲۲۹، ۲۳۰ ۳۔ فتح محمد (۱۴۳۳ھ)، ترجمہ قرآن کریم، لاہور، پاکستان، ص ۴۷ ۴۔ سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

۵۔ عبدالرحمٰن بن محمد (۲۰۰۶ء) تفسیر ابن ابی حاتم (الطبعۃ الاولیٰ)۔ بیروت، لبنان۔ دار الکتب العلمیۃ: ۱/۳۹۰۔

۶۔ احمد بن حسن (۱۴۲۴ھ) السنن الکبریٰ للبیھقی (الطبعۃ الثالثۃ)۔ بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ: ۷/۴۰۹۔

۷۔ علی بن عمر (۱۳۸۶ھ) سنن دارقطنی، بیروت، لبنان، دار المعرفۃ: ۳/۲۸۰

۸۔ عبداللہ بن محمد (۱۴۰۹ھ) مصنف ابن ابی شیبۃ (الطبعۃ الاولیٰ) ریاض، سعودی عرب، مکتبۃ الرشد: ۳/۵۴۴

۹۔ علی بن عمر: سنن دارقطنی، ۳/۲۷۸ ۱۰۔ عبداللہ بن محمد: مصنف ابن ابی شیبہ، ۳/۵۴۴

۱۱۔ علی بن عمر: سنن دارقطنی، ۳/۲۸۱ ۱۲۔ عبداللہ بن محمد: مصنف ابن ابی شیبہ، ۳/۵۴۵

۱۳۔ عبدالرحمٰن بن محمد: تفسیر ابن ابی حاتم، ۱/۳۹۰ ۱۴۔ سورۃ بقرۃ: ۲۳۰ ۱۵۔ عبداللہ بن محمد: مصنف ابن ابی شیبہ، ۴/۱۱۸

۱۶۔ محمد بن اسماعیل (۱۴۰۷ھ) الجامع الصحیح المختصر (الطبعۃ الثالثۃ)۔ بیروت، لبنان، دار ابن کثیر: ۵/۲۰۲۱

۱۷۔ احمد بن شعیب نسائی (۱۴۲۰ھ) سنن النسائی (الطبعۃ الخامسۃ)۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۶/۴۸۱

۱۸۔ احمد بن حسن: السنن الکبریٰ للبیھقی، ۷/۳۱۳ ۱۹۔ علی بن عمر: سنن الدارقطنی، ۳/۲۵۴

۲۰۔ سلیمان بن احمد طبرانی (۱۴۱۴ھ) المعجم الکبیر (الطبعۃ الثانیۃ)۔موصل،عراق:مکتبۃ العلوم والحکم،۳۴۷\۱۱۔

۲۱۔ عبدالرزاق بن ہمام (۱۴۰۳ھ) مصنف عبدالرزاق (الطبعۃ الثالثۃ)۔بیروت،لبنان:المکتب الاسلامی،۴۸۲\۶۔

۲۲۔ محمد بن حسن شیبانی (۱۴۳۱ھ) الموطأ للامام محمد (الطبعۃ الاولیٰ)۔کراچی،پاکستان:مکتبۃ البشریٰ،۴۲\۲۔

۲۳۔ شیبانی:ایضاً،۴۲\۲　　۲۴۔ عبدالرزاق:مصنف عبدالرزاق،۴۸۲\۶

۲۵۔ سعید بن منصور (۱۳۸۷ھ) سنن سعید بن منصور (الطعبۃ الاولیٰ)۔بیروت،لبنان:دارالکتب العلمیۃ،۳۸۳\۱

۲۶۔ احمد بن حسن:السنن الکبریٰ للبیہقی،۳۱۶\۷

۲۷۔ عبداللہ بن محمد:مصنف ابن ابی شیبۃ،۱۱۷\۴۔مصنف ابن ابی شیبہ:۸۵\۴

۲۸۔ عبدالرزاق:مصنف عبدالرزاق،۴۸۱\۶۔سنن سعید بن منصور:۳۸۲\۱　　۲۹۔ مصنف عبدالرزاق:۴۸۱\۶

۳۰۔ محولہ بالا:۴۸۲\۶　　۳۱۔ محولہ بالا،۴۸۱\۶　　۳۲۔ مصنف ابن ابی شیبۃ،۱۰۹\۴　　۳۳۔ الموطأ للامام محمد،۴۲\۲

۳۴۔ محمد بن احمد (۱۴۱۴ھ) المبسوط،بیروت،لبنان،دارالمعرفۃ،۱۷۳\۶۔

۳۵۔ محمد بن احمد (۱۴۲۵ھ) بدایۃ المجتہد ونھایۃ المقتصد،قاھرہ،مصر:دارالحدیث،۸۹\۳۔

۳۶۔ محمد بن محمد (۱۴۱۲ھ) مواھب الجلیل فی شرح مختصر خلیل (الطبعۃ الثانیۃ)۔بیروت،لبنان:دارالفکر،۵۷\۱۱۔

۳۷۔ محمد بن ادریس شافعی (۱۴۱۰ھ) الام،بیروت،لبنان:دارالمعرفۃ،۲۱۲\۵۔

۳۸۔ عبدالرحمٰن بن محمد (۱۴۱۵ھ) الشرح الکبیر (الطبعۃ الاولیٰ)۔قاھرہ،مصر:ھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان،۲۹\۲۲۔

۳۹۔ عبداللہ بن محمد:مصنف ابن ابی شیبۃ،۱۱۸\۴　　۴۰۔ سعید بن منصور:سنن سعید بن منصور،۳۴۰\۱

۴۱۔ احمد بن حسن (۱۳۴۴ھ) السنن الکبریٰ للبیہقی (الطبعۃ الاولیٰ) حیدرآباد،ھند،مجلس دائرہ المعارف النظامیۃ،۳۱۶\۷)

۴۲۔ سلیمان بن اشعث،سنن ابی داؤد،لبنان،بیروت:دارالفکر،۶۷\۱۷　　۴۳۔ عبداللہ بن محمد:مصنف ابن ابی شیبۃ،۱۱۹\۴

۴۴۔ محمد بن عیسیٰ،الجامع الصحیح الترمذی،بیروت،لبنان،داراحیاء التراث،۴۹۱\۳　　۴۵۔ عبداللہ بن محمد:مصنف ابن ابی شیبۃ،۱۱۹\۴

۴۶۔ ابن ابی شیبہ:ایضاً،۱۲۰\۴　　۴۷۔ محولہ بالا،۱۱۹\۴　　۴۸۔ ایضاً

۴۹۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن (۱۴۰۷ھ) سنن الدارمی (الطبعۃ الاولیٰ)۔بیروت،لبنان:دارالکتاب العربی،۲۱۶\۲۔

۵۰۔ احمد بن شعیب نسائی:سنن النسائی،۴۸۰\۶　　۵۱۔ عبداللہ بن محمد:مصنف ابن ابی شیبہ،۱۱۵\۴

۵۲۔ سورۃ النساء:۱۹　　۵۳۔ عبداللہ بن محمد:مصنف ابن ابی شیبہ،۱۱۶\۴،۱۱۵　　۵۴۔ سورۃ الاحزاب:۶

۵۵۔ سورۃ نساء:۲۹　　۵۶۔ سورۃ النساء:۳۴　　۵۷۔ سورۃ البقرۃ:۲۳۱

۵۸۔ سورۃ البقرۃ:۲۳۷　　۵۹۔ سورۃ البقرۃ:۲۳۰　　۶۰۔ سورۃ البقرۃ:۲۲۷

۶۱۔ عبداللہ بن محمد:مصنف ابن ابی شیبہ،۱۲۰\۴　　۶۲۔ سعید بن منصور:سنن،۳۳۳\۱،۳۳۲

۶۳۔ محمد بن امین (۱۴۱۲ھ) ردالمختار علی الدرالمختار (الطبعۃ الثانیۃ)۔بیروت،لبنان:دارالفکر،۷۰\۳ تا ۷۳۔

۶۴۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن (۱۴۰۷ھ) سنن الدارمی (الطبعۃ الاولیٰ)۔بیروت،لبنان،دارمی:۹۶\۱